پروفیسر عبدالرؤف ظفر

قریش اور دیگر عرب قبائل کی تجارت

معاشرتی احوال وظروف کے بدلنے کے ساتھ ساتھ اقوامِ عالم اپنے تجارتی انداز اور ڈھنگ بھی بدلتی رہتی ہیں۔ ہر دور کے اپنے ذرائع پیداوار اور پُرکشش سامان ہوتے ہیں۔ زمانہ قبل از اسلام عربوں کے ہاں تجارت کیسی تھی؟ عربوں کا ممتاز قبیلہ قریش، ان کی تجارت میں کس مقام پر فائز تھا؟ اس دور میں منڈیاں کس قسم کی تھیں؟ دیگر ممالک کے ساتھ ان کے تجارتی روابط کی کیا نوعیت تھی؟ مختلف موسموں میں وہ کس طرح تجارتی سفر کرتے تھے؟ منڈیوں میں لین دین کے انداز اور طریقے کیا تھے؟ کس قسم کا سامان تجارت تھا؟ اس قسم کے بہت سے سوالات ہیں جن کے بارے میں جدید ذہن سوچتا ہے۔

آج عربوں کی تجارت کا دارومدار قدرتی وسائل پر ہے۔ واقعاتِ عالم ان کے تیل کی کمی بیشی کے سبب تشکیل پا رہے ہیں۔ زیرِ نظر مقالے میں راقم نے ممکن حد تک دست یاب حوالوں سے دورِ جاہلیت اور دورِ اسلام کے ذرائع پیداوار میں سے اہم ذرائع بیان کیے ہیں، اور اس دور کی تجارت میں بالخصوص قبیلہ قریش کا مقام متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ قبیلہ قریش کی تجارت میں مکہ مکرمہ کے محلِ وقوع کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

مکہ مکرمہ کا محلِ وقوع

بحرِ احمر کے بالمقابل، یمن اور فلسطین کے مابین گزرنے والی تجارتی شاہراہ کے وسط میں ساحل سے اسّی کلومیٹر کے فاصلے پر پہاڑوں میں گھرے ہوئے درّے میں مکہ مکرمہ واقع ہے۔ اس کے تین طرف بحری سواحل ہیں۔ مغرب میں بحرین اور عمان، خلیج فارس پر شمال میں حضرموت اور یمن، بحرِ عرب پر اور مشرق میں عرب کا وہ حصہ جو زرخیز ہے مثلاً یمامہ، نجد اور خیبر وغیرہ۔ یہاں کاشت کاری ہوتی ہے۔ عرب کے یہ ساحلی صوبے دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے آمنے سامنے واقع ہیں۔ عمان و بحرین، عراق اور ایران سے متعلق ہیں اور یمن اور حضرموت کو افریقہ اور ہندوستان

سے تعلق ہے۔ حجاز کے سامنے مصر ہے اور شام کا ملک اس کے بازو پر ہے۔ اس جغرافیائی حیثیت سے معلوم ہے کہ طبعی سہولتوں کے لحاظ سے عرب کے ہر صوبے سے دنیا کے کسی بھی زرخیز خطے سے تجارتی تعلقات قائم ہو سکتے ہیں؟[1]

قبیلہ قریش

قریش عرب کا مشہور ترین قبیلہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اسی قبیلے سے تھا۔ اس قبیلے کی عظمت کا اندازہ آنحضرتؐ کے اس ارشادِ گرامی سے بخوبی ہو سکتا ہے "اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسماعیل میں سے کنانہ کا اور کنانہ میں سے قریش کا اور قریش میں سے بنو ہاشم کا انتخاب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے برگزیدہ فرمایا"[2]

آنحضرتؐ کا ارشادِ گرامی ہے:

انا افصح العرب بیدانی من قریش ونشأت فی بنی سعد۔[3]

میں عربوں میں سے سب سے فصیح ہوں کیونکہ میں قریش سے ہوں اور میں نے بنی سعد میں پرورش پائی ہے۔"

آپ کا ایک اور ارشاد ہے:

انا اعربکم انا من قریش ولسانی لسان بنی سعد بن بکر[4]

میں تم سب سے زیادہ فصیح ہوں۔ میں قریش میں سے ہوں اور میری زبان بنی سعد بن بکر کی زبان ہے۔

قریش کی وجہ تسمیہ

قریش کی وجہ تسمیہ کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ آنحضرتؐ کے آباؤ اجداد میں ایک شخص کا نام قریش تھا، اس کی اولاد کی سب شاخیں قریش کہلائیں[5]

---

[1] ہیکل، محمد حسین، سیرتِ رسول، ترجمہ مولانا محمد وارث کامل، مکتبہ کاروان کچہری روڈ، لاہور۔

[2] مسلم، مسلم بن حجاج قشیری، الجامع الصحیح المسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبیؐ۔

[3] عیاض، ابوالفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی الاندلسی۔ الشفاء ج ۱، ص ۴۷۔ مصر ۱۹۵۰ء۔

[4] ابن سعد۔ طبقات الکبریٰ جلد اول ص ۱۱۳۔ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۰ء۔

[5] ابن حزم۔ ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم، جمہرۃ انساب العرب، ص ۱۱۔ مصر ۱۹۶۲ء۔

۲۔ فرا کا کہنا ہے کہ قریش، تقریش سے ماخوذ ہے جس کے معنی کمانے کے ہیں۔ یہ لقب ان کو ان کی تجارت کی وجہ سے دیا گیا[6]

۳۔ قریش کے معنی کمانے اور جمع کرنے کے ہیں۔ اس قبیلے کی اجتماعیت کے پیش نظر انھیں یہ لقب دیا گیا[7]

۴۔ قریش، قرش کی تصغیر ہے۔ یہ ایک دریائی درندہ ہے جو تمام دریائی جانوروں کا سردار ہے۔ یہ ہر دُبلی اور موٹی چیز کا شکار کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے اس تاویل کو پسند فرمایا — کیونکہ قریش دیگر عربوں کے سردار تھے[8]

۵۔ قریش کا مادہ قرش ہے، جس کے معنی کمانا کے علاوہ تفتیش کرنا اور جستجو کرنا بھی ہیں۔ یہ لقب فہر بن مالک نے اپنے استیلا اور غلبے کے اظہار کے لیے اختیار کیا۔ وہ ضرورت مندوں کو تلاش کر کے ان کی حاجتیں پوری کرتا، غریبوں کو دولت دیتا اور خوف زدہ لوگوں کا خوف دور کرتا تھا۔ اس کے ان عظیم اوصاف کی وجہ سے ان کے قبیلے کا نام اس کے نام پر پڑ گیا[9] قبیلہ قریش چھوٹے چھوٹے دس خاندانوں میں منقسم تھا اور وہ یہ تھے:

(۱) بنی ہاشم (۲) بنی امیہ (۳) بنی نوفل (۴) بنی عبدالدار (۵) بنی اسد (۶) بنی تمیم (۷) بنی مخزوم (۸) بنی عدی (۹) بنی جمح (۱۰) بنی سہم[10]

عربوں کے مختلف قوموں اور ملکوں سے تجارتی تعلقات

عربوں کے تجارتی تعلقات بہت سے ممالک کے ساتھ تھے۔ ہندوستان، چین، وسط افریقہ اور یورپ کے غیر مشہور ممالک مثلاً سویڈن اور ڈنمارک کے ساتھ ان کی تجارت ہوتی تھی۔ ان کے

---

[6] آلوسی۔ ابوالفضل شہاب الدین محمود آلوسی۔ تفسیر روح المعانی، ج ۳۰، ص ۲۳۹۔ سورۃ القریش۔

[7] جوہری۔ اسماعیل بن حماد جوہری۔ الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ جز ثالث ص ۱۰۴۸۔ بیروت۔

[8] ابوحیان۔ اثیر الدین ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن علی، تفسیر بحر المحیط، ج ۸، ص ۵۱۳۔ قاہرہ۔

[9] آلوسی۔ مذکور تفسیر روح المعانی، ج ۳۰، ص ۲۳۹۔

[10] تاریخ اسلام، ج ۱، ص ۶۔ معین الدین ندوی۔ محمد سعید اینڈ سنز کراچی ۱۹۷۴ء

علاوہ حبش، ایران، عراق و بابل، شام، مصر اور یونان کے ساتھ بھی ان کے تجارتی تعلقات قائم تھے[11]
یہ تمام ممالک عرب کے چاروں طرف اس طرح واقع ہیں کہ عرب اس دائرے کا نقطہ بن گیا ہے۔ اسی وجہ سے مکہ مکرمہ کو "ام القریٰ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ط (الانعام : ۹۲)

تاکہ آپؐ بستیوں کے مرکز (مکہ) اور اس کے اطراف میں رہنے والوں کو متنبہ کریں۔

تجارتی راستے

قدیم تجارتی راستوں کا تاریخ میں ذکر ملتا ہے۔ سکندر اعظم کو ۳۲۵ ق۔م میں خلیج فارس اور سواحل عرب کا علم ہوا اور سکندریہ اور خلیج فارس میں اس کو اکثر عرب تاجروں سے واقفیت کا موقع ملا۔
قلعہ ناعط جو سلاطین نے یمن کے پہاڑ کی چوٹی پر تعمیر کیا تھا، اسلام سے پندرہ سو قبل کی تعمیر ہے۔
وہب بن منبہ نے (جنھوں نے صحابہ کا زمانہ پایا) اس کا ایک کتبہ پڑھا جو یہ ہے: "یہ ایوان اس وقت تعمیر کیا گیا جب کہ ہمارے لیے مصر سے غلّہ آتا تھا" وہب کا بیان ہے: "میں نے جب حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ اس پر سولہ سو برس سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے"[12]
مکہ کے متعلق سید سلیمان ندوی نے قدیم مؤرخین سے نقل کیا ہے کہ حضرت مسیح سے ڈھائی ہزار برس قبل یہ کاروانِ تجارت کی ایک منزل گاہ تھا[13]
عہدِ قدیم میں مغربی ممالک کے دیگر ممالک سے تجارت کے لیے تین راستے تھے، ان میں سے دو عرب میں سے گزرتے تھے۔ پہلا راستہ دریائے سندھ سے دریائے فرات تک جاتا تھا۔ اس مقام پر جہاں انطاکیہ اور مشرقی بحیرۂ روم کی بندرگاہوں کو جانے والی سڑکیں الگ ہوتی تھیں، یہ راستہ بہت اہم تھا، مگر سلطنتِ بابل کے زوال کے ساتھ اس کو ترک کر دیا گیا۔ دوسرا راستہ ہند کے ساحل سے لے کر حضرموت اور پھر وہاں سے بحرِ احمر کے ساتھ ساتھ شام تک جاتا تھا[14]

---

[11] بلگرامی، سید علی بلگرامی، تمدن عرب، ص ۵۸۹۔ مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۶۰ء۔

[12] یاقوت حموی۔ شہاب الدین ابو عبداللہ، معجم البلدان، ج ۵، ص ۲۵۳۔ ذکر ناعط، بیروت۔

[13] سید سلیمان ندوی۔ تاریخ ارض القرآن، ج ۱، ص ۹۸۔

[14] [illegible]

سبا کے تجارتی قافلے جس راستے سے گزرتے تھے اس کے رہنے والے لوگ بہت خوش حال تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ۝ (سبا: ۱۸)

ہم نے ان کے ملک اور بابرکت آبادیوں (شام) کے درمیان کھلی آبادیاں قائم کر دی تھیں، ان میں دن رات بے خوف و خطر چلو۔

یہ شاہراہ جو حجاز ہو کر یمن سے شام جاتی تھی، اصحاب الایکہ اور حضرت لوط کا قصبہ بحر میت کے قریب دونوں اسی راستے پر آباد تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ۝ (الحجر: ۷۹)۔

دونوں بستیاں شاہراہ پر واقع ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں ایک قافلے کا ذکر ہے:

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ (یوسف، ۱۹)

ایک قافلہ آیا —— وہ اسی راستے سے گزرتا تھا۔

تورات کے الفاظ یہ ہیں: "ناگاہ یوسف کے بھائیوں نے دیکھا کہ اسماعیلیوں کا قافلہ جلعاد کی طرف سے آرہا تھا اور مصر جا رہا تھا[۱۵]"

"تمدن عرب" میں ہے، "عربوں کے یورپ کے ساتھ تجارتی تعلقات کے کئی راستے تھے۔ ایک راستہ پر میز پہ سے تھا۔ دوسرا بحر متوسط سے۔ تیسرا راستہ وہ ہے جو روس سے ہو کر دریائے والگا پر سے شمالی یورپ کو جاتا تھا[۱۶]۔"

چین سے عرب کو بری اور بحری دونوں راستے جاتے تھے۔ "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" میں ہے، "یہ بات یقینی ہے کہ عرب بہت قدیم زمانے سے سری لنکا سے واقف تھے اور ظہورِ اسلام سے قبل ہی

---

[۱۵] کتاب مقدس۔ العہد العتیق۔ سفر تکوین، ص ۶۴ (عربی)، بیروت ۱۹۳۷ء

[۱۶] بلگرامی۔ علی بلگرامی، تمدن عرب، ص ۵۹۰۔

نھوں نے یہاں اپنے تجارتی مرکز قائم کر لیے تھے[۱۷]

سندھ پر محمد بن قاسم کے حملے کی وجہ یہ تھی کہ سیلون کے حکمران نے مسلمان تاجروں کے یتیم بچوں کو بھیجا تھا، جنھیں دیبل کے بحری قزاقوں نے لوٹ لیا تھا، گویا اس جزیرے (سری لنکا) میں مسلمان تاجر پہلے سے موجود تھے[۱۸]

قدیم کتب تاریخ کا جائزہ لینے سے اس حقیقت میں ذرہ برابر شبہ نہیں رہتا کہ عربوں کے اس دور کی متمدن اقوام اور ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم تھے۔ مشرق و مغرب کے درمیان تجارتی تعلقات کی تو یہ لوگ ایک سیڑھی تھے۔ بری اور بحری دونوں راستوں سے تجارت کرتے تھے۔

سامانِ تجارت

عام طور پر تجارتی چیزوں کا سرمایہ تین چیزوں پر مشتمل تھا۔

۱۔ کھانے کا مصالحہ اور خوشبودار چیزیں۔

۲۔ سونا، جواہرات اور لوہا۔

۳۔ چمڑا، کھال، زین پوش، بھیڑ اور بکریاں۔

مختلف ممالک کی چیزیں لا کر ان کو دیگر ممالک کے ساتھ بدل لیتے تھے۔ مثلاً عدن میں چین اور ہندوستان کی پیداوار، مصر اور حبش کی پیداوار سے بدل جاتی تھیں۔ یعنی نوبہ کے غلام، ہاتھی دانت، سونے کے برادے، چین کے حریر، چینی کے برتن، کشمیر کی شال، مصالحہ، عطریات اور بیش بہا لکڑیوں کا باہم مبادلہ ہوتا تھا[۱۹]

عرب تاجر ہندوستان سے جو اشیا لے کر جاتے ان میں عطر، گرم مصالحے اور گرم کپڑے شامل تھے۔ یہاں سے لی جانے والی چیزوں کے نام قدرتی طور پر ہندوستان کی زبان ہی میں لیے جاتے تھے۔ چنانچہ فل فل، ہیل، زنجبیل، جائفل، ناریل، لیموں اور تنبول وغیرہ ہندی زبان سے معرب الفاظ ہیں۔ بعض چیزیں

---

[۱۷] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ص ۵۳۸۔

[۱۸] بلاذری۔ احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری۔ فتوح البلدان، ج ۲، ص ۶۱۸۔

[۱۹] تمدنِ عرب، ص ۵۹۰۔

جن کے نام عربی میں موجود تھے، ان کے ساتھ لفظ ہندی کا اضافہ کر کے نئے نام بنا لیے گئے۔ مثلاً عود ہندی، قسط ہندی، تمر ہندی ــــ تمر ہندی انگریزی میں تمر نڈ بن گیا۔ ہند کے بنے ہوئے کپڑے، یمن اور وہاں سے حجاز جاتے تھے [120] اسی طرح سے عربی کے الفاظ شاش (ململ) پشت (چھینٹ) فوطہ (چارخانہ تہبند) اس زبان میں داخل ہو گئے [121] لوہے کی تلوار کے وصف کے لیے مہند اور ہندی استعمال ہوتے تھے۔ لونگ، الائچی، سیاہ مرچ، دار چینی اور ہلدی سبھی جنوبی ہند کی پیداوار تھیں جو عرب میں پہنچتی تھیں۔ چین میں عرب لوگ جواہرات، گھوڑے، سوتی کپڑے اور سرخ دنیس لے جاتے تھے، اس کے بدلے میں اطلس، کمخواب، چینی کے برتن اور کئی قسم کی ادویات لاتے تھے [122]

دو ہزار سال قبل مسیح میں جو عرب تاجر بار بار مصر جاتے، ان کا سامانِ تجارت یہ تھا: بلسان، صنوبر، لوبان اور دیگر خوشبودار چیزیں [123] ایک ہزار برس قبل مسیح میں حضرت داؤد سبا کا سونا منگواتے تھے [124] ۹۵۰ ق م میں حضرت سلیمان کے دربار میں ملکۂ سبا بلقیس کا تحفہ خوشبودار چیزیں، سونا اور بیش قیمتی جواہرات تھے [125]

"کتاب مقدس" میں حزقی ایل کے ستائیسویں باب میں عرب کی تجارت کے متعلق بہت سی مفید باتیں درج ہیں۔ یروشلم کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں "ودان اور یادان، ازدال سے تیرے بازار میں آتے تھے۔ آبدار، فولاد، تیزپات اور مصالحہ وغیرہ وہ تیرے بازار میں بیچتے۔ ودان تیرا سوداگر تھا۔ وہ بکری اور مینڈھے لے کر تیرے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ سبا اور دعماۃ کے سوداگر تیرے ساتھ سوداگری کرتے تھے۔ وہ ہر قسم کے نفیس اور خوشبودار مصالحے اور ہر طرح کے قیمتی پتھر اور

---

۱۲۰ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ص ۳۱ تا ۳۵۔ ڈاکٹر زبید احمد ترجمہ شاہد حسین رزاقی۔

۱۲۱ زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس ج ۵، ص ۲۰۰۔ محمد مرتضیٰ الزبیدی۔

۱۲۲ تمدن عرب، ص ۵۹۱۔

۱۲۳ کتاب مقدس العہد العتیق [illegible] فصل ۳۰ آیت ۲۶ (بیروت عربی)

۱۲۴ کتاب مقدس۔ [illegible] بائبل سوسائٹی لاہور۔

۱۲۵ کتاب مقدس العہد العتیق ایام ۹-۹ ۱۴، ص ۲۹۰۔

سونا تیرے بازار میں لاتے تھے ۔ حران، عدن اور سبا کے سوداگر تیرے ساتھ سوداگری کرتے تھے [۲۶]

کھال کی تجارت بہت زیادہ تھی ۔ طائف میں دباغت بہت عمدہ ہوتی تھی، اسی وجہ سے اسے "بلد الدباغ" کہا جانے لگا [۲۷]

ہجرتِ حبشہ کے بعد مسلمانوں کے تعاقب میں قریش کا جو وفد نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس نذر کے طور پر تحائف لے کر گیا ان میں کھال بھی تھی [۲۸]

شراب، غلہ، ہتھیار اور دیگر سامانِ آرائش مثلاً آئینہ بھی عرب درآمد کرتے تھے ۔ غلہ اور شراب شام سے آتے تھے [۲۹] جمعہ کے خطبے میں جس تجارتی قافلے کی طرف لوگ دوڑے تھے وہ شامی قافلہ تھا۔ اس کا ذکر قرآن میں موجود ہے ۔ (سورہ الجمعہ آیت ۱۱) ۔ غرض جو چیز عرب میں ہوتی اس کو وہ باہر لے جاتے اور جس کی انھیں ضرورت ہوتی اسے وہ وہاں سے اپنے ملک میں لے آتے ۔

قریش کا زمانہ

قریش منصۂ شہود پر کب نمودار ہوئے ؟ اور اس خاندان کی بنیاد کب پڑی ؟ مؤرخین اس کا ذکر نہیں کرتے ۔ البتہ عبد المطلب کا چھٹی صدی عیسوی میں موجود ہونا ایک مسلّمہ حقیقت ہے ۔ سید سلیمان ندوی نے "تاریخ ارض القرآن" میں عبد المطلب سے فہر یا قریش تک دس پشتوں کے زمانوں کے سنین کا تعین پچیس برس فی پشت کیا ہے، جو اگرچہ تاریخ نویسی کے معیار پر پورا نہیں اترتا تاہم اندازہ کرنے کے لیے اچھی کوشش ہے ۔ سید صاحب ندوی کا تعین اس انداز سے ہے :

نام	سنِ وجود تقریباً	نام	سنِ وجود تقریباً
۱۔ فہر یا قریش	۳۲۵ء	۳۔ لوی	۳۷۵ء
۲۔ غالب	۳۵۰ء	۴۔ کعب	۴۰۰ء

---

[۲۶] کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ ۔ حزقی ایل باب ۲۷ آیت ۱۹ تا ۲۴ ۔

[۲۷] ہمدانی ۔ صفۃ جزیرۃ العرب بحوالہ تاریخ ارض القرآن، ص ۳۳۸ ۔ ۱۹۷۵ء ۔ سید سلیمان ندوی ۔

[۲۸] ابن ہشام ۔ ابو محمد عبد الملک بن ہشام ۔ السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۲۰۴، ملتان ۱۹۷۷ ۔

[۲۹] ابن حجر ۔ حافظ احمد بن حجر عسقلانی ۔ فتح الباری ج ۸، ص ۲۰۹ ۔

۵- مرہ	۴۲۵ء	۸- عبد مناف	۵۰۰ء
۶- کلاب	۴۵۰ء	۹- ہاشم	۵۲۵ء
۷- قصی	۴۷۵ء	۱۰- عبد المطلب	۵۵۰ء[۳۰]

ارباب تاریخ کے اس بیان سے سید صاحب کی تحقیق کی تائید ہوتی ہے۔ "قصی منذر بن نعمان شاہ حیرہ (۴۳۱ء تا ۴۷۳ء) کا معاصر تھا[۳۱] قصی بن کلاب نہ صرف تاریخ قریش بلکہ تاریخ عرب میں بھی بہت اہم شخصیت ہے۔ اس نے قریش کی منتشر قوت کو جمع کیا اور چند لڑائیوں کے بعد مکہ میں قریش کی ایک حکومت قائم کر دی جو تاریخ میں "شہری مملکت مکہ" کے نام سے مشہور ہے۔[۳۲]

قریش کی تجارت

قبیلہ قریش کے آدمی تجارت کو باعث فخر سمجھتے تھے اور زراعت کے پیشے کو بہتر نہ سمجھتے ہوئے اہل مدینہ کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے کیونکہ وہ کاشت کار تھے۔ یہاں تک کہ جنگوں میں ان سے لڑنا بھی اپنی توہین قرار دیتے تھے۔[۳۳] ظہور اسلام سے سو برس قبل یمن اور شام کے ممالک میں سیاسی انقلابات پے در پے آتے رہے تھے۔ ان حالات کو دیکھ کر قصی اور ہاشم نے کاروان تجارت کو منظم کیا۔ کلبی کے مطابق ہاشم بن عبد مناف پہلا شخص ہے جو گندم اور اونٹ لے کر شام گیا۔[۳۴]

ہاشم نے اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر قیصر اور نجاشی سے قریش کے تجارتی کاروان کے بے روک ٹوک آنے جانے کی اجازت حاصل کر لی تھی، ملک عرب میں عام بد امنی پھیلی ہوئی تھی۔ قافلے لوٹ لیے جاتے تھے لیکن قریش کو خانہ کعبہ کا محافظ ہونے کی وجہ سے معزز سمجھا جاتا تھا۔ اس وجہ سے ان کے قافلے بے خوف و خطر سفر کرتے۔ قرآن مجید میں ان کے تجارتی سفروں کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

---

[۳۰] سید سلیمان ندوی۔ تاریخ ارض القرآن جلد دوم ص ۳۲۵ کراچی ۱۹۷۵ء۔

[۳۱] یاقوت حموی۔ شہاب الدین ابو عبد اللہ۔ معجم البلدان ج ۵ ص ۱۸۶۔ لفظ مکہ۔

[۳۲] ابوحیان۔ اثیر الدین ابو عبد اللہ محمد بن یوسف۔ تفسیر بحر المحیط ج ۸ ص ۵۱۳۔

[۳۳] البخاری۔ الجامع الصحیح جلد ۲ ص ۵۷۳۔ کتاب المغازی۔ ذکر قتل ابی جہل۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری

[۳۴] علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی۔ تفسیر خازن۔ المسمی لباب التاویل فی معانی التنزیل ج ۷، ص ۲۹۸ طبع مصر ۱۳۷۵ھ۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۚ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۙ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۠ (سورہ قریش)

قریش کو خوگر ہونے کی بنا پر، اپنے جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہونے کی بنا پر چاہیے کہ اس خانۂ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں، جس نے انھیں بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے امن دیا۔

ایک تو تجارتی قافلے پُرامن سفر کرتے اور پھر گھر بیٹھے بھی ان کو تجارتی نفع حاصل ہوتا۔ ان کے تجارتی قافلے ذی قعدہ میں لوٹ آتے تھے [۳۵] اور قیام کرتے۔ قَعَدَ۔ یَقْعُدُ کے معنی بیٹھنے کے ہیں، شاید اسی وجہ سے اس مہینے کو ذی قعدہ یعنی بیٹھنے کا مہینہ کہا جانے لگا اور پھر اس کا یہی نام پڑ گیا۔ اس کے بعد ذوالحجہ آتا ہے، جس میں ان کا موجود ہونا ضروری تھا۔ قریش امن وامان کے معاوضے میں دیگر قبائل سے یہ سلوک کرتے کہ ان کی ضرورت کی چیزیں ان کے پاس لے جاتے۔ قریش مختلف موسموں میں مختلف علاقوں کا سفر اختیار کرتے۔ "تفسیر کشاف" میں ہے:

"کانت لقریش رحلتان یرحلون فی الشتاء الی الیمن وفی الصیف الی الشام ویتجرون وکانوا فی رحلتیهم اٰمنین [۳۶]"

قریش دو سفر کرتے تھے، سردی میں یمن جاتے تھے اور گرمی میں شام جاتے اور وہ تجارت کرتے، اپنے دونوں سفروں میں بے خوف تھے۔"

"تفسیر قاسمی" میں یہ ہے: "وہ تجارت کے لیے گرمی میں شام اور سردی میں یمن کا سفر کرتے تھے [۳۷]"

تفسیر "روح المعانی" میں الایلف سے مراد "عهود بینهم" [۳۸] (ان کے درمیان معاہدے ہیں)۔

اصحاب الایلف بنی عبدمناف چار بھائی تھے۔ ہاشم شام کو پسند کرتا تھا۔ مطلب کسریٰ کو، عبدالشمس

---

[۳۵] اسباب النزول، ص ۴۴ - جلال الدین سیوطی - مصر۔

[۳۶] زمخشری - ابوالقاسم محمود جاراللہ بن عمر زمخشری خوارزمی۔ تفسیر الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل جلد ۳، ص ۳۶۰۔

[۳۷] قاسمی - محمد جمال الدین تفسیر قاسمی المسمّٰی محاسن التاویل ج ۱۷ ص ۶۲۷۔

[۳۸] آلوسی - روح المعانی جلد ۳۰ ص ۲۳۸۔

اور نوفل مصر اور حبشہ کی طرف رجحان رکھتے تھے[۳۹] تمام بادشاہ ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے۔ یہ لوگ اپنا سامانِ تجارت لے کر وہاں جاتے، ان کے سفروں کی بے خوفی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آنحضرت سے خطاب فرمایا

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝

کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا کہیں تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے۔

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ قف ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ (آل عمران: ۱۹۵-۱۹۶)

چند روزہ بہار ہے، پھر تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیسی بُری آرام گاہ ہے۔

ان کی تجارت کی شہرت ملک ملک میں پھیل گئی تھی۔ تاجرانہ ترقی کی انتہا یہ تھی کہ بیوہ عورتیں تک اپنا سرمایہ تجارت میں لگاتیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا قبیلہ قریش کی ایک بیوہ خاتون تھیں جن کا تجارتی سامان مختلف لوگ شام لے جاتے تھے[۴۰] آنحضرت کے آباؤ اجداد بھی تاجر تھے۔ آپ کے والد چچا، دادا اور پردادا تاجر ہی تھے۔ بچپن میں آنحضرت اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کے تجارتی سفر پر گئے تھے[۴۱] جوان ہو کر آنحضرتؐ نے اس باعزت پیشے کو اپنایا۔ حضرت خدیجہ کا مال لے کر آنحضرتؐ شام گئے۔

آنحضرتؐ کے علاوہ قریش کے دیگر معروف لوگ بھی تاجر تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ تاجر تھے۔ خود بُصریٰ تک تجارتی سامان لے کر جاتے تھے۔ مقام سخ میں ان کا کارخانہ تھا[۴۲] خلیفہ بننے کے بعد شغل تجارت کو جاری رکھا۔ صحابہ کرامؓ نے مملکت کی دیگر ذمے داریوں کی بنا پر ان کو تجارت چھوڑنے پر مجبور کیا اور بیت المال سے بقدر کفایت وظیفہ مقرر کر دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے خود اسی باعزت پیشے کو اپنائے رکھا[۴۳]

حضرت عثمان بہت بڑے تاجر تھے۔ ان کی تجارت اور سخاوت کے واقعات بہت مشہور ہیں۔ جیش العسرت" یعنی جنگ تبوک میں انھوں نے تین سو اونٹ مع ساز و سامان کے خدمتِ نبوی میں پیش کیے

۳۹ھ ابن حبیب۔ کتاب المجبر، ص ۱۶۲۔ محمد بن حبیب۔

۴۰ھ ابن ہشام ابو محمد عبد الملک بن ہشام۔ السیرۃ النبویہ ج ۱، ص ۱۳۲، مع روض الانف السہیلی۔

۴۱ھ ایضاً، ص ۱۲۷۔ ۴۲ھ ایضاً، ص ۱۲۲۔

۴۳ھ ابن سعد۔ طبقات ج ۳، ص ۱۷۸۔ بیروت۔

تو آنحضرت نے فرمایا : "ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم، مرتین"[۴۴]

آج کے بعد عثمان کوئی عمل نہ بھی کریں تو کوئی حرج نہیں۔ یہ الفاظ دو دفعہ ارشاد فرمائے[۴۵]

صحابہ میں زیادہ تر قریش تجارت کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق کے دور میں جب ایران و شام اور مصر کے علاقے فتح ہو گئے اور بیت المال میں کافی دولت جمع ہو گئی تو حضرت عمرؓ نے تمام مسلمانوں کا وظیفہ مقرر کرنا چاہا۔ اس پر حضرت ابو سفیانؓ کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔

"آدیوان مثل دیوان بنی الاصفر فاکلوا علی الدیوان و ترکوا التجارۃ۔

رومیوں کی طرح رجسٹروں میں نام درج کرنا چاہتے ہو۔ انھوں نے وظیفہ لے کر تجارت کو چھوڑ دیا تھا۔

گویا تجارت کا پیشہ انھیں اتنا پسند تھا کہ گھر بیٹھے تنخواہ لینا بھی مناسب نہ سمجھتے تھے۔

آنحضرتؐ نے دیانت دار تاجر کو دنیا کے ساتھ آخرت کی کامیابی کی بھی بشارت دی ہے۔

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء[۴۶]

راست باز اور دیانت دار تاجر (قیامت کے دن) نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

عرب کے بازار

عرب میں بڑی بڑی تجارتی منڈیاں لگتی تھیں، عکاظ کا میلہ بہت مشہور تھا۔ قریش زیادہ تر عکاظ اور ذوالمجاز میں شریک ہوتے تھے۔ ذوالمجاز کا میلہ مکہ میں لگتا اور حج تک قائم رہتا۔ اسلام کی قبولیت کے بعد لوگوں نے ان میلوں میں شرکت اور خرید و فروخت کو برا سمجھا۔ یہ بخاری شریف کتاب الحج میں ہے :

قال ابن عباس کان ذوالمجاز و عکاظ متجر الناس فی الجاھلیۃ فلما جاء الاسلام کانھم کرھوا ذلک حتی نزلت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم۔

پھر قرآن نے اجازت دے دی کہ تمھارے لیے کوئی حرج نہیں کہ حج کے زمانے میں اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو۔ بعد ازاں ان میلوں میں پھر رونق ہو گئی۔ تقریباً سوا سو برس تک یہ بازار زمانۂ اسلام میں قائم

---

۴۴ البخاری۔ جامع الصحیح۔ کتاب البیوع۔ الخروج الی التجارۃ۔

۴۵ مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب عثمان۔

۴۶ ترمذی۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ۔ جامع الترمذی۔ ابواب البیوع۔ باب ماجاء فی التجار۔

رہے۔ سب سے پہلے عکاظ کا بازار ۱۲۹ھ میں خارجیوں کی لوٹ مار کی وجہ سے بند ہوا۔ اس کے بعد کچھ عرصے تک دوسرے بازار چلتے رہے۔ بصری اور اذرعات میں بنو امیہ کے اہتمام سے بڑا بازار لگتا تھا۔ عرب کے بازاروں کی تفصیل "کتاب الازمنہ والامکنہ" "کتاب المحبر" اور "تاریخ یعقوبی" میں لکھی گئی ہے۔ بڑے بڑے تیرہ مقامات پر میلے لگتے تھے، جو یہ ہیں (۱) دومۃ الجندل (۲) مشقر (۳) صحار (۴) دبا (۵) الشحر (۶) عدن (۷) صنعا (۸) حضرموت (۹) عکاظ (۱۰) ذوالمجاز (۱۱) منیٰ (۱۲) خیبر (۱۳) یمامہ۔

عکاظ کا ذکر سر ولیم میور نے بھی کیا ہے۔ "عکاظ میں ایک سالانہ میلہ لگتا تھا، مکہ کے لوگ مکہ سے تین دن کی مسافت پر سایہ دار کھجوروں اور ٹھنڈے چشمے مسافروں اور تاجروں کے لیے مشکل ترین سفروں کے بعد عمدہ آرام گاہ بناتے تھے۔ اس موقع پر یہودی اور عیسائی بھی آتے تھے۔[۴۷]

---

۴۷ سر ولیم میور۔ لائف آف محمد ص ۸ بحوالہ سیرت المصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۵۵، ابراہیم میر سیالکوٹی۔

برِصغیر پاک و ہند میں علم فقہ : محمد اسحاق بھٹی

اس کتاب میں سلطان غیاث الدین بلبن (۶۸۶ھ) کے عہد سے لے کر سلطان اورنگ زیب عالمگیر (۱۱۱۸ء) کے عہد تک کی تمام فقہی مساعی کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اور تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ برِصغیر پاک و ہند علم فقہ سے کس طرح روشناس ہوا۔ یہاں کے علماء و زعماء نے کس محنت و جاں فشانی سے اس کی ترویج و اشاعت کا اہتمام کیا اور کن اہم فقہی کتابوں کی تدوین کی۔ برِصغیر پاک و ہند کے جن سلاطین کے دورِ حکومت میں کتب فقہ مرتب کی گئیں، ان کے عہد اور طریقِ حکومت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، اس زمانے کے علمائے کرام کے حالات بھی بیان کیے گئے ہیں اور یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ یہ حکمران علم و علماء سے کس درجہ تعلق و ربط رکھتے تھے۔ پھر فقہ کی جن کتابوں کا تعارف کرایا گیا ہے، اس کے اہم اقتباسات بھی فاضل مصنف نے درج کتاب کیے ہیں۔ آخر میں فقہ کی ان مشہور اکیاسی کتابوں کے بارے میں ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں، جو مختلف ملکوں میں تصنیف کی گئیں جن کو مسائل فقہ کے اصل مآخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس موضوع سے متعلق اُردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے۔

صفات ۴۰۸ قیمت ۲۰ روپے

پیغمبرِ انسانیت : مولانا محمد جعفر پھلواروی

سیرتِ رسولؐ پر یہ ایک قابلِ قدر کتاب ہے۔ اس میں صرف واقعات درج کر دینے پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ یہ اس نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے کہ زندگی کے نازک سے نازک مراحل میں آنحضرتؐ نے انسانیت اور اعلیٰ قدروں کی کس قدر محافظت فرمائی ہے۔

صفات ۸ + ۶۲۰ قیمت ۲۵ روپے